۴ ذوالقعدہ ۱۴۴۶ھ / 02 مئی 2025ء

زوال بندۂ مومن کا بے زَری سے نہیں

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
You Tube Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ وَاِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔

دُنیادار الاسباب ہے، اِس میں اللہ عزّوجلّ نے ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سبب رکھا ہے، جب وہ سبب پایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے مُسبَّب کو پیدا فرمادیتا ہے۔ مثلاً دَوا بیماری سے شفا کا سبب ہے، جب بندہ دوا لیتا ہے تو ربِّ رحیم اپنے کرم سے صحّت عطا کر دیتا ہے۔

پھر اسباب دو طرح کے ہیں: کچھ ظاہری اور کچھ باطنی و حقیقی۔ ظاہری اسباب انسانی عقل اور آلات وغیرہ سے سمجھ آسکتے ہیں اور باطنی اسباب یا تو خالقِ کائنات جلّ مجدہٗ کے ارشاد فرمانے سے معلوم ہوتے ہیں یا رحمتِ کائنات ﷺ کے بتانے سے اُن کا پتا چلتا ہے۔

یہ بات سچ ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کی تعداد اور طاقت جتنی اِس وقت ہے اِتنی پہلے کبھی نہیں تھی۔ 57 اسلامی ممالک میں سے کئی دُنیا کے امیر ترین ممالک میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کے پاس ایٹمی طاقت بھی ہے... مگر یہ بھی تلخ حقیقت ہے کہ اِس وقت اُمّت جس زَبوں حالی، پستی اور تنزُّلی کا شکار ہے پہلے اَدوار کے مسلمانوں نے شاید اِس کا تصوّر بھی نہیں کیا ہوگا! عالَمی دہشت گرد یہود و نصاریٰ جب چاہیں کسی اسلامی ملک پر چڑھ دَوڑتے ہیں اور اقوامِ متّحدہ سمیت سبھی منہ تکتے رہ جاتے ہیں۔ اِس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ خود اسلامی ممالک بھی اپنے اپنے مَفادات کے تحفّظ میں مشغول رہتے ہیں اور ظالموں کو روکنے کی جرأت نہیں کر پاتے۔

غزّہ کے حالات سب کے سامنے ہیں، امریکہ کی سرپرستی میں اسرائیلی درندے ظلم کی تمام حدیں پار کر چکے ہیں اور اپنے مَظالم کو چھپانے کے لیے یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ حمّاس دہشت گرد ہے۔ یوں ہی کئی دہائیوں سے بھارت مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر جبر و تشدّد کر رہا ہے اور پہلگام واقعہ جیسے ڈھونگ رچا کر اپنا ظلم و ستم چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔

عالَمی منظر نامے کے ساتھ ساتھ نجی طور پر بھی ہمارے حالات اطمینان بخش نہیں، ہم اپنی زندگیوں میں امن و سُکون کی دَولت سے محروم ہیں اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ چاروں طرف سے مصائب اور پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے۔

کبھی ہم نے غور کیا کہ اِس تنزّلی و زبوں حالی کا سبب کیا ہے؟ آخر حالات یہاں تک کیوں پہنچے؟ بے شمار افراد ایسے ہیں جنھیں اپنی دُنیاداری سے فرصت نہیں، اُنھوں نے کبھی سوچا ہی نہیں ہوگا کہ آخر یہ تنزّلی کیوں ہے؟ پھر جو اِس طرف دھیان کرتے ہیں اُن میں سے بھی زیادہ تر ظاہری اسباب تک ہی رہتے ہیں... وہ سمجھتے ہیں کہ شاید معاشی کمزوری کی وجہ سے یہ حالات ہیں یا حَربی طاقت نہ ہونے کے نتیجے میں ایسا ہو رہا ہے... حالانکہ اب تو دَولت کی کثرت ہے، جس وقت مسلمانوں نے اپنے دَور کی سپر پاورز کا غرور خاک میں ملایا تھا تب کھانے پینے کے وسائل بھی پوری طرح دستیاب نہیں تھے اور اُس وقت دشمنوں کے ساتھ افرادی قوّت اور جنگی طاقت کا تقابل ہی نہیں تھا۔ اِس کا مطلب ہے کہ زبوں حالی اور تنزُّلی کے اصل اسباب کچھ اور ہیں اور ہمیں وہ اسباب تلاش کر کے اُن کا خاتمہ کرنے کی ضرورت ہے۔

سببِ زوال... دشمنوں کو دوست سمجھنا

دُشمن کے وار سے بچنے کے لیے سب سے اہم بات یہ ہوتی ہے کہ انسان اُسے دُشمن سمجھے اور اُس کی سازشوں سے آگاہی حاصل کر کے اُن کا سدِّباب کرے۔ اگر دُشمن دوست کے رُوپ میں ہو اور انسان اُسے اپنا خیر خواہ سمجھنے لگے تو اُس کا شرّ انتہائی شدید ہوتا ہے اور سر سے پانی گزرنے کے بعد پتا چلتا ہے۔

قرآن وسنّت میں ہمیں اِس بات سے آگاہ کیا گیا کہ کفار ہمیشہ اسلام کا راستہ روکنے اور تمھیں کمزور کرنے کی کوشش کرتے رہیں گے، خصوصاً یہود اور مشرکین بدترین دُشمن کے طور پر تمہارے ساتھ عداوت کا مظاہرہ کرتے رہیں گے؛ لہٰذا تم اُن کے شر سے بچ کر رہنا!... مگر افسوس کہ اُمّت نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرّم ﷺ کی اِس نصیحت پر عمل نہ کیا اور یہود و نصاریٰ کو دُشمن سمجھنے کے بجائے اُن کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائیں... پھر ہمیشہ اِس کا نتیجہ وہی نکلا جو دُشمن کو دوست سمجھنے کا نکلتا ہے۔ یہ بھی مسلمانوں کی زبوں حالی کی ایک بڑی وجہ ہے، جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کفار کی دُشمنی کا تذکرہ کرتے ہوئے ربِّ کریم نے فرمایا: اِنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ كَانُوۡا لَكُمۡ عَدُوًّا مُّبِيۡنًا ۔ ”بے شک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔“[النساء04:101]

یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا الۡيَهُوۡدَ وَالَّذِيۡنَ اَشۡرَكُوۡا ۔ ”ضرور تم مسلمانوں کے ساتھ سب سے زیادہ دشمنی رکھنے والا یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے۔“[المائدۃ05:82]

پھر ربِّ کریم نے اُن کی دشمنی واضح فرما کر کئی آیاتِ کریمہ میں اُنھیں دوست بنانے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ ایک مقام پر ارشادِ ربّانی ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ... ”اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ!“[النساء04:144]

چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی کا انجام ہمیشہ رُسوائی ہی ہوا ہے... مثلاً برِّصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کو بعض مقامی حکمرانوں نے دوست سمجھ کر اُن سے تعلقات بڑھائے تو اُس کا نتیجہ ظالمانہ برطانوی راج کی صورت میں نکلا۔ عرب شریف کے بعض ممالک نے امریکی جھانسے میں آ کر فلسطین میں یہودیوں کو پاؤں ٹکانے کی اجازت دی، انجام یہ ہوا کہ وہ تقریباً ستر سال سے مسلسل فلسطینی مسلمانوں کی زمینوں پر ناجائز قبضہ بڑھا رہے ہیں اور آج غزہ کی صورتِ حال کسی سے مخفی نہیں۔

گفتگو کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ تمام کافروں کے ساتھ جنگ کی جائے اور کسی بھی کافر کے ساتھ دُنیاوی معاملات نہ نبھائے جائیں، یقیناً امن سے رہنے والوں کے ساتھ امن کا ہی حکم ہے، مگر کفار، خصوصاً یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

نجی زندگی میں زوال: جس طرح دشمنانِ خدا کے ساتھ دوستی بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کی زبوں حالی کا سبب ہے، یوں ہی ہماری نجی زندگی کا سُکون برباد ہونے کی بھی ایک بڑی وجہ ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہم نے ذاتی طور پر تو کسی بھی یہودی کو دوست نہیں بنایا! اِس کا جواب اپنے رویّے پر غور کرنے سے مل جائے گا۔

کیا ہمارا رہن سہن اور تہذیب و تمدّن اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے یا یہود و نصاریٰ کے کلچر کے قریب ہے! پھر اِس بات پر غور کیجیے کہ کیا کوئی شخص اپنے دشمنوں کے طور طریقے اختیار کرتا ہے؟ یوں سمجھ آجائے گی کہ ہم یہود و نصاریٰ کو دوست سمجھتے ہیں یا دشمن!

سببِ زوال... قدرتی رُعب کا خاتمہ

سرکارِ دو عالَم ﷺ کو جو بے شمار خصائص عطا ہوئے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے آپ کے دشمنوں کے دلوں میں آپ کا رُعب و دَبدبہ پیدا فرمایا ہے، وہ اپنی کثرت و طاقت کے باوُجود اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رُعب داب کے سبب کبھی بھی آپ ﷺ کا مُقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اپنے خصائص بیان کرتے ہوئے اِس بات کا بھی تذکرہ فرمایا: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔ یعنی "اللہ تعالیٰ نے میری اِس طرح مدد فرمائی ہے کہ وہ میرے دشمنوں کے دلوں میں میرا رُعب و دَبدبہ ڈال دیتا ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:438)

پھر آپ ﷺ کے ساتھ نسبت کی برکت ہے کہ اسلام کی خاطر میدان میں ڈٹ جانے والے مسلمانوں کو بھی رُعب و جلال کے ذریعے مدد سے نوازا جاتا ہے اور اُن کا دشمن خوف زدہ ہو کر اپنا سر جُھکا دیتا ہے۔ اِس نُصرت کا وعدہ کرتے ہوئے باری تعالیٰ نے فرمایا: سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ... "عن قریب ہم کافروں کے دلوں میں رُعب ڈال دیں گے۔" [اٰلِ عمران 03:151]

آیتِ کریمہ غزوۂ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی، مگر مفسرین کی تشریح کے مطابق یہ وعدہ قیامت تک کے سچے مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ [1]

چنانچہ باری تعالیٰ نے یہ وعدہ ہمیشہ پورا فرمایا اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی بے سروسامانی کے باوُجود اُس دَور کی عالَمی طاقتوں کو اُن کے قدموں میں ڈھیر کیا، بعد کی اسلامی تاریخ بھی اِس وعدہ کی سچائی پر گواہ ہے۔

آج معاملہ برعکس ہو چکا ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد فرماتے ہوئے کفار کے دلوں میں اُن کا رُعب ڈالتا تھا، اب ہمارے کرتوتوں کی سزا ہے کہ ہم کفار سے مَرعوب ہیں... جہاد تو دُور کی بات ہے مسلم حکمران مذمّتی بیان دیتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں کہ کوئی ایسا لفظ منہ سے نہ نکل جائے جس سے امریکہ وغیرہ ناراض ہوں۔ یہ بھی اُمّت کے زوال کی ایک بڑی وجہ ہے اور اِس کا تذکرہ سیدِ عالَم ﷺ نے خود اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا تھا (خطبہ میں اُس حدیثِ پاک کا بھی تذکرہ کیا جائے گا)۔

---

[1] وَالْقَوْلُ الثَّانِي: أَنَّ هٰذَا الْوَعْدَ غَيْرُ مُخْتَصٍّ بِيَوْمِ أُحُدٍ، بَلْ هُوَ عَامٌّ۔ (مفاتیح الغیب [التفسیر الکبیر] للرازی، تحت الاٰیۃ)

سببِ زوال... احکامِ الٰہیہ سے رُوگردانی

اگرچہ خالقِ کائنات نے اسلام کی سربلندی کے لیے طاقت واسلحہ تیار رکھنے کا حکم فرمایا ہے، مگر یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کا عُروج کبھی بھی اسلحہ سے نہیں ہوا، ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوا ہے۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں 17ھ کو اسلامی افواج ایران کو فتح کرنے کے لیے پہنچیں تو مشہور ایرانی علاقے تُسْتَر کا گورنر ہُرْمُزَان اپنی فوج کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا۔ امیر لشکر سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی دن تک قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا، بالآخر ہُرمزان نے طے کر لیا کہ ہمیں امیر المؤمنین کے دربار میں بھیج دیا جائے، وہ ہمارے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں ہمیں منظور ہو گا۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہُرمزان کو اُس کے بارہ ساتھیوں سمیت مدینہ منوّرہ کی طرف بھیج دیا۔ چشمِ فلک نے مسلم فوج کی دیانت داری اور سچائی کا یہ عجیب منظر دیکھا کہ یہ قیدی اپنے شاہی انداز میں مدینہ منوّرہ پہنچے، ریشمی لباس، سونے کے کنگن اور سج دھج... سب کچھ اُسی طرح باقی تھا۔ اہلِ مدینہ اُنھیں دیکھ کر حیران ہونے لگے۔

جب وہ مسجدِ نبوی میں پہنچے تو دیکھا کہ امیر المؤمنین اپنے سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر آرام فرما رہے تھے، ہرمزان یہ منظر دیکھ کر ہکّا بکّا رہ گیا۔ کہنے لگا: هٰذَا مَلِكُكُمْ ؟ یہ تمہارا بادشاہ ہے؟ لوگوں نے کہا: هٰذَا الْخَلِيفَةُ۔ یعنی یہ بادشاہ نہیں، خلیفۃ الرسول اور امیر المؤمنین ہیں۔ کہنے لگا: أَمَا لَهُ حَاجِبٌ وَلَا حَارِسٌ؟ اِن کا کوئی دربان اور محافظ / سکیورٹی گارڈ نہیں ہے؟ بتایا گیا: اَللّٰهُ حَارِسُهُ حَتّٰى يَأْتِيَ عَلَيْهِ أَجَلُهُ۔ یعنی اِنھیں محافظ کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ خود اِن کا محافظ ہے، البتہ جب موت کا وقت آجائے تب وفات ہونی ہی ہے۔ ہرمزان نے کہا: هٰذَا الْمَلِكُ الْهَنِيءُ۔ ہماری زندگیاں تکلف وخوف میں گزرتی ہیں، یہ بے تکلف وبے خوف بادشاہ ہیں۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو اُسے دیکھ کر فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَذَلَّ هٰذَا وَشِيعَتَهُ بِالْإِسْلَامِ۔ یعنی سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسلام کو عزت دی، جب کہ اِسے اور اِس کے تمام لشکر کو ذلیل فرما دیا۔

ہرمزان کے ساتھ آنے والے وفد نے کہا: گورنر سے مذاکرات کا آغاز کیجیے! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لَا، حَتّٰى لَا يَبْقٰى عَلَيْهِ مِنْ حِلْيَتِهِ شَيْءٌ۔ یعنی (شریعت نے مرد کے لیے سونے اور ریشم وغیرہ زیور کو حرام قرار دیا ہے) جب تک یہ زیور وغیرہ، غیر اسلامی لباس نہیں اُتار تا مَیں اِس سے بات نہیں کروں گا۔ چنانچہ شاہی لباس اُتروا کر اُسے سادہ لباس پہنایا گیا۔[1]

ویسے تو اِس روایت میں سیکھنے کی کئی باتیں ہیں، مگر عنوان کی مناسبت سے جس بات کا ذکر مقصود ہے وہ یہ ہے کہ امیر المؤمنین نے ہرمزان سے فرمایا: كَيْفَ رَأَيْتَ الَّذِي صَنَعَ اللّٰهُ بِكُمْ ؟ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جو معاملہ فرمایا ہے اُسے کیسا دیکھتے ہو؟

---

[1] البداية والنهاية، ج:7، ص:100، دار احياء التراث العربي۔ تاريخ الرسل والملوك [تاريخ الطبري]، ج:4، ص:87، دار التراث

(اللہ نے مسلمانوں کو غلبہ عطا کر کے تمہیں ذلیل ورُسوا کیا ہے، کیا سمجھتے ہو یہ سب کیسے ہوا ہے؟) ہرمزان نے کہا:

❖ يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! كُنْتُمْ وَأَنْتُمْ عَلَى غَيْرِ دِيْنٍ نَتَعَبَّدُكُمْ وَنَقْضِيكُمْ وَنَقْتُلُكُمْ، وَكُنْتُمْ أَسْوَأَ الْأُمَمِ عِنْدَنَا حَالًا وَأَخَسَّهَا مَنْزِلَةً۔ یعنی اے اہلِ عرب! جب تک تم نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تو ہماری نظر میں تم بدترین حالت اور گھٹیا ترین درجے پر تھے، ہم تمہیں غلام بنالیتے تھے، تمہارا فیصلہ اپنی مرضی سے کرتے تھے اور تمہیں قتل کرتے تھے۔

❖ فَلَمَّا كَانَ اللهُ مَعَكُمْ لَمْ يَكُنْ لِأَحَدٍ بِاللهِ طَاقَةٌ۔ مگر جب اسلام قبول کرنے کے بعد تمہیں اللہ تعالیٰ کی مدد مل گئی تو ربّ سے مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں، اِسی لیے اب دُنیا کی تمام طاقتیں تمہارے سامنے ڈھیر ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ، ج:5، ص:66، دار الکتب العلمیۃ۔ سیر أعلام النبلاء، ص:140، مؤسسۃ الرسالۃ)

بعد میں حضرت ہرمزان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور ایران کی فتح میں اِن کی مشاورت کا بنیادی کردار تھا۔[1]

ہرمزان مسلم فوج کے ساتھ طویل لڑائی کے بعد جس نتیجہ پر پہنچے وہ قرآنِ مجید کی عملی تصدیق و تفسیر ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے:

إِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

"(اے مسلمانو!) اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ہے جو اُس کے بعد تمہاری مدد کرے گا؟ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔" [آل عمران 3:160]

اِس آیتِ کریمہ اور واقعہ کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہیں کہ پہلے مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر جھکائے رہتے تھے تو ربِّ کریم اپنی تائید و نُصرت کے ذریعے پوری دُنیا کو اُن کے سامنے جھکا دیتا تھا... ہم نے فرماں برداری چھوڑ دی ہے تو بین الاقوامی سطح پر بھی مرعوب و مظلوم ہیں اور نجی زندگی میں بھی ذلّت و رُسوائی کا سامنا ہے۔

---

[1] فَأَسْلَمَ الْهُرْمُزَانُ، فَقَالَ (عمر): إِنِّيْ مُسْتَشِيْرُكَ فِيْ مَغَازِيَّ هٰذِهٖ، قَالَ: نَعَمْ! مَثَلُهَا وَمَثَلُ مَنْ فِيْهَا مِنَ النَّاسِ مِنْ عَدُوِّ الْمُسْلِمِيْنَ مَثَلُ طَائِرٍ لَهٗ رَأْسٌ وَلَهٗ جَنَاحَانِ وَلَهٗ رِجْلَانِ، فَإِنْ كُسِرَ أَحَدُ الْجَنَاحَيْنِ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ بِجَنَاحٍ وَالرَّأْسُ، فَإِنْ كُسِرَ الْجَنَاحُ الْآخَرُ نَهَضَتِ الرِّجْلَانِ وَالرَّأْسُ، وَإِنْ شُدِخَ الرَّأْسُ ذَهَبَتِ الرِّجْلَانِ وَالْجَنَاحَانِ وَالرَّأْسُ، فَالرَّأْسُ كِسْرٰى وَالْجَنَاحُ قَيْصَرُ وَالْجَنَاحُ الْآخَرُ فَارِسُ، فَمُرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَنْفِرُوْا إِلٰى كِسْرٰى۔ (صحیح بخاری: 3159) ہرمزان اسلام لائے تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آپ سے فارس، اصفہان اور آذربائیجان پر فوج بھیجنے کے سلسلے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہرمزان نے کہا: ان ممالک اور ان کے اسلام دشمن لوگوں کی مثال اس پرندے جیسی ہے جس کا ایک سر اور دو بازو ہوں، اگر اس کا ایک بازو توڑ دیا جائے تو وہ اپنے دونوں پاؤں ایک بازو اور سر کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے، اگر دوسرا بازو بھی توڑ دیا جائے تو پھر بھی دونوں پاؤں اور سر کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے، لیکن اگر سر توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں دونوں بازو بے کار ہو جائیں گے... سر کِسریٰ اور بازو قیصر و فارس ہیں، اگر آپ فتح چاہتے ہیں تو مسلمانوں کو حکم دے دیں کہ پہلے وہ کِسریٰ پر حملہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور مسلمان فاتح ٹھہرے۔

شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے ایک فارسی نظم میں مومن کی شان بیان کرتے ہوئے کہا:

خِرقَۂ لَا تَحْزَنُوْا اَندَرْ بَرَش　　اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ تَاجے بَرْ سَرَش [1]

یعنی مسلمان کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے کندھے پر وَلَا تَحْزَنُوْا (غم نہ کرنا/ بے خوف رہنا) کا خرقہ (اِعزازی لباس) پہنایا ہے اور اُس کے سر پر وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (تمہی سربلند رہو گے) کا تاج سجایا ہے۔

پھر اِس بلند شان والے مسلمان کی رُسوائی اور زبوں حالی کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا:

خَوار اَز مَہجُوریِ قُرآں شُدِیْ　　شِکوَہ سَنجِ گَردشِ دَوراں شُدِی

اصل میں تم قرآنِ حکیم کے احکام کو چھوڑنے کی وجہ سے ذلیل ورُسوا ہو رہے ہو اور شکوہ گردشِ زمانہ (حالات بدلنے) کا کرتے ہو۔

سببِ زوال... محبّتِ دُنیا واندیشۂ موت

نبیِ کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں دیگر بے شمار غیبی خبریں عطا فرمائیں وہاں اپنی اُمّت کے زوال اور اُس کے حقیقی سبب کے بارے میں بھی واضح راہ نمائی فرمائی۔

اِس حوالے سے ارشادِ نبوی سُن کر سرکارِ دوعالَم ﷺ کی نبوّت ورِسالت پر ایمان میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اپنی کمزوریاں دُور کرکے دوبارہ عروج پانے کی راہ بھی ہموار ہوتی ہے۔ ویسے تو اپنی رائے سے مختلف حضرات زبوں حالی کے اسباب بیان کرتے ہیں، مگر ظاہر ہے کہ سیدِ عالَم ﷺ سے بڑھ کر حقیقت شناس کوئی نہیں۔

سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يُوْشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعٰى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكِلَةُ إِلٰى قَصْعَتِهَا۔ ”قریب ہے کہ قومیں (دشمنانِ اسلام) تمہارے خلاف اتّحاد کرلیں/ ایک دوسرے کو تمہارے مقابلے کے لیے یوں دعوت دیں جیسے کھانے والے ایک دوسرے کو پیالے کی طرف دعوت دیتے ہیں۔“

کسی نے عرض کی: کیا ہماری تعداد کم ہونے کی وجہ سے ایسا ہو گا؟ ارشاد فرمایا:

- بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيْرٌ، وَلٰكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ۔۔۔ ”بلکہ اُس وقت تمہاری تعداد بہت ہو گی، لیکن تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو گے (بُزدلی، نااتفاقی اور آرام طلبی وغیرہ کی وجہ سے تعداد زیادہ ہونے کے باوجود مسلمان بے قدر ہو جائیں گے)۔“
- وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ۔ ”اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب ختم کر دے گا۔“

---

[1] شعر میں آیتِ کریمہ کی طرف اشارہ ہے: وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ [آلِ عمران 03:139] یعنی ”ہمت نہ ہارو/ سُستی نہ کرو، غم اور پریشانی ختم کر دو، اگر تم سچے مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔“

○ وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ۔ یعنی "تمہارے دلوں میں وَہن (کمزوری / ضُعف) پیدا ہو جائے گا۔"

کسی نے پوچھا: "وَہن" کی وجہ کیا ہو گی؟ فرمایا: حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔ "دُنیا کی مَحبّت اور موت کا خوف۔"

(سنن أبي داؤد، كتاب الملاحم، باب في تداعي الأمم على الإسلام، رقم الحديث: 4297)

صحابہ کا عروج اور ہمارا زوال: صحابۂ کرام علیہم الرضوان دُنیا میں رہتے تھے، مگر اُنھوں نے دُنیا کو اپنے دلوں میں داخل نہیں ہونے دیا، اُن کے دل اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ کی محبّت اور شہادت کی تڑپ سے معمور تھے؛ یہی اُن کے عروج کا راز تھا... جب کہ ہم نے دُنیا کو اپنے دلوں میں بسا رکھا ہے اور موت سے ڈرتے ہیں... اور یہی ہمارے زوال کا سبب ہے۔

دورِ فاروقی میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رُستُم، مِہران اور دیگر ایرانی سرداروں کے نام خط لکھا، جس میں اُنھیں اسلام کی دعوت دی اور اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں جِزیہ / ٹیکس ادا کر کے اسلامی ریاست کا شہری بننے کی پیشکش کی۔ ساتھ ہی لکھا: فَإِنَّ مَعِيَ قَوْمًا يُحِبُّوْنَ الْقَتْلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ كَمَا يُحِبُّ فَارِسُ الْخَمْرَ۔ یعنی اپنی طاقت پر نازنہ کرنا، میرے ساتھ وہ بہادُر مجاہد ہیں کہ تمہارے سپاہی شراب کی اتنی چاہت نہیں رکھتے جتنی میرے ساتھیوں کو راہِ خدا میں شہادت سے محبّت ہے۔

(المعجم الكبير للطبراني: 3806۔ المستدرك على الصحيحين: 5300۔ قال الهيثمي في مجمع الزوائد: 310/5: إسناده حسن أو صحيح)

شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے کہا:

دو عالَم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کِشور کشائی

کُشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اُس کو
ہلاکت نہیں موت اُن کی نظر میں [1]

دوسری طرف عصرِ حاضر کا مسلمان دُنیا کی محبّت میں اِس قدر مبتلا ہے کہ وہ حلال و حرام... ہر ذریعہ سے دُنیا کی دولت جمع کرنا چاہتا ہے، عمر بھر دُنیا کو سنوارنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، آخرت کی فکر ہی نہیں ہوتی... اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے موت کا خوف اِس قدر ہے کہ جہاد یا شہادت کا نام لینے سے کانپتا ہے، حالانکہ موت وہ حقیقت ہے جس سے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کو انکار نہیں۔

---

[1] یعنی مسلمانوں کی نظر میں "موت" ہلاکت نہیں ہے، بلکہ یہ تو دل کا دروازہ کھلنے اور بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونے کا ذریعہ ہے۔

حرفِ آخر: مسلمانوں کا حقیقی مَنال اور سببِ زوال

جس دَور میں مسلمان کمزور اور تعداد میں کم تھے تب اُن کے حالات قابلِ رشک تھے اور دُنیا اُن سے ڈرتی تھی، آج اُمّت کی تعداد بھی ڈیڑھ ارب سے زیادہ ہے اور دَولت وطاقت بھی بے پناہ ہے، مگر حالات پریشان کُن ہیں اور اُمّت دُنیا سے مرعوب ہے...

آخر اِس کی وجہ کیا ہے؟ عموماً اِس سوال کے جواب پر غور ہی نہیں کیا جاتا اور اگر کوئی سوچتا بھی ہے تو زیادہ تر یہی نتیجہ نکالتا ہے کہ مسلمان معاشی طور پر پیچھے ہیں اور علوم وفنون میں پسماندہ ہیں، مگر شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے کہا تھا:

اگرچہ زَر بھی جہاں میں ہے قاضِی الحاجات
جو فقر سے ہے مُیَسَّر، تَوَنگَری سے نہیں [1]

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زَری سے نہیں [2]

اِس کا مطلب ہوا کہ مسلمانوں کی زبوں حالی، تنزّلی اور بے توقیری کا حقیقی سبب وہ نہیں جو ہم سمجھتے ہیں، بلکہ اِن اَبتَر حالات کے حقیقی اسباب کچھ اور ہیں۔ آج کے خطبہ میں قرآن وسنّت سے راہ نمائی لیتے ہوئے اسبابِ زوال سے متعلق کچھ باتوں کا تذکرہ ہوا۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

- قرآن وسنّت میں مسلمانوں کو تمام کفار، خصوصًا یہود ونصارٰی کے ساتھ دوستی ومحبّت سے منع کیا گیا، مگر ہم اُن کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائیں، یہ بھی ہمارے تنزُّل کی ایک وجہ ہے۔
- دَورِ عروج میں خالقِ کائنات نے اپنے کرم سے دشمنانِ اسلام کے دلوں میں مسلمانوں کا رُعب ڈالا تھا، مگر آج ہمارے کرتوتوں کا نتیجہ ہے کہ ہم اُن سے مرعوب اور خوف زدہ ہیں۔
- مسلمانوں کی اصل طاقت اللہ تعالٰی کی تائید ونُصرت ہے، اِسی کے بل بوتے پر صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے پوری دُنیا پر راج کیا، آج اُمّت اپنے خالق کی نافرمانیوں میں مبتلا ہے اور ربّ العالمین کی مدد پر بھروسا کرنے کے بجائے ہتھیاروں اور دُنیاوی ساز وسامان سے اُمّید لگائے بیٹھی ہے، جس کا انجام موجودہ زوال ہے۔

---

[1] زَر: سونا/ دَولت۔ قاضی الحاجات: ضروریات پوری کرنے والا۔ تَوَنگَری: مال داری۔ یعنی اگرچہ جہان میں دَولت سے بھی کئی ضروریات پوری ہوتی ہیں، مگر جو بات دولتِ فقر (دُنیا کی محبّت سے بیزاری) میں ہے وہ دُنیاوی مال وزَر میں نہیں ہے۔

[2] مسلمانوں کے زوال کا سبب بے زَری (دولت کی کمی / معاشی بدحالی) نہیں ہے، بندۂ مؤمن کے زوال کی وجہ کچھ اور ہی ہے جو تُو خود بھی جانتا ہے۔

❖ حدیثِ نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کی مَحبّت اور موت کا خوف وہ اُمور ہیں جن کی وجہ سے ہمارے دشمنوں کے دلوں سے ہمارا رُعب ختم ہو گیا اور ہم تعداد کی کثرت کے باوُجود بے قدر ہیں۔

اِنہی اسباب کی وجہ سے اُمّت بین الاقوامی سطح پر رُسوا ہے اور اِنہی وجوہات کی بنا پر قومی و نجی سطح پر مصائب و مسائل کا انبار ہے۔ اگر ہم عزّتِ رفتہ کی بحالی اور اپنی ذاتی زندگی میں سُکون و وقار چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے دلوں سے دُنیا کی محبّت نکال کر اپنے خالقِ کریم اور اُس کے محبوبِ مکرّم ﷺ کا پیار دلوں میں بسانا چاہیے۔ نیز شوقِ شہادت اور اسلام کی سربلندی کے لیے مر مٹنے کا جذبہ بیدار کرنا چاہیے۔

یہی وہ جذبہ ہے جس نے 1965ء میں بھارت کے غرور کو خاک میں ملایا تھا۔ اُس موقع پر پاک فوج کے ایک زخمی جوان کو اسٹریچر پر علاج کے لیے لایا گیا تو وہ بار بار حسرت بھرے لہجے میں یہ کہہ رہا تھا: افسوس مَیں اپنی ماں سے کیا ہوا وعدہ پورا نہیں کر سکا! مَیں نے اپنی ماں سے وعدہ کیا تھا کہ مَیں سینے پر گولی کھا کر شہادت پاؤں گا۔ جب فوجی ڈاکٹر نے اُس کا آپریشن کیا تو پتا چلا کہ اُس کے پیٹ کے نچلے حصہ پر گولی لگی جو جسم کو چیرتی ہوئی سینے تک پہنچ گئی تھی اور اُس جوان نے اپنی آرزو کے مطابق اِسی سینے تک پہنچنے والی گولی سے شہادت پائی تھی۔[1] اِنہیں جذبات کے حامل مجاہدین کی برکت سے اُمّت کو عروج ملتا ہے۔

شرعی مسئلہ: جب مسلمانوں پر کوئی بڑی مصیبت آن پڑے تو نمازِ فجر میں اُس کے حوالے سے دُعا کرنے کی اجازت ہے۔ اِسے قنوتِ نازِلہ کہا جاتا ہے۔ اِس کا طریقہ یہ ہے کہ فجر کی دوسری رکعت میں تلاوت کے بعد رُکوع میں جانے سے پہلے امام اور مقتدی کانوں تک ہاتھ اُٹھا کر تکبیر کہیں اور پھر ہاتھ باندھ کر آہستہ بارگاہِ الٰہی میں مُصیبت سے چھٹکارے اور دشمنانِ اسلام پر فتح کے لیے عربی میں کوئی دُعا پڑھیں۔ اگر مقتدی دُعا نہ پڑھ سکیں تو آہستہ سے آمین کہتے رہیں۔

(دیکھیے: فتاوٰی رضویہ، ج:7، ص:530، م:1102، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ۔ بہارِ شریعت، ج:1(ب)، ح:4، ص:662، م:14)

اللہ تعالٰی سرورِ کونین ﷺ کے صدقے میں اُمّتِ مسلمہ کی عزّتِ رفتہ کو بحال فرمائے اور ہمیں اسبابِ زوال کا اِزالہ کر کے اسلام کی سربلندی کے لیے کوشش کرنے کی توفیق سے نوازے!

ربِّ کریم اُمّت میں دینی غیرت بیدار فرمائے! مظلوموں کی غیبی تائید و نصرت فرمائے، خصوصًا اہلِ غزہ کو اِعانت سے نوازے اور مجاہدینِ حمّاس کو سُرخرو فرماتے ہوئے امریکہ، اسرائیل اور اُن کے تمام اتحادیوں کو ذلیل و رسوا کرے!

مالکِ کریم پاکستان اور اہلِ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور اِس کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنائے!

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ!

---

[1] دیکھیے: "چھ ستمبر، نہ بھولنے والی کہانی... بریگیڈیئر (ر) نصرت جہاں سلیم کی زبانی"، مشمولہ در مجلہ "ہلال" [افواجِ پاکستان کا مجلہ]، https://www.hilal.gov.pk/view-article.php?i=3026